18اپریل1962

از عدالت الاعظمیٰ

رام لال کپور اینڈ سنز (پی) لمیٹڈ
بنام
رام ناتھ اور دیگران

(بی۔ پی۔ سنہا، چیف جسٹس، پی۔ بی۔ گجندرا گڈکر، کے۔ این۔ وانچو، این۔ راجا گوپالا آینگر اور ٹی۔ ایل۔ وینکٹا راما ائیر، جسٹسز)

سپریم کورٹ۔ خصوصی اجازت کی درخواست۔ تاخیر۔ معافی۔ حکم دینے سے پہلے مدعا علیہ کو نوٹس دینے کی ضرورت۔ سپریم کورٹ رولز، 1950، آرڈر XIII، قاعدہ 1، شق (1)

پنجاب ہائی کورٹ کے سنگل جج کے 5 جنوری 1953 کے فیصلے کے خلاف، جس میں انہوں نے دہلی اور اجمیر رینٹ کنٹرول ایکٹ، 1947 کی دفعہ 7 اے کو غیر آئینی اور کالعدم قرار دیتے ہوئے ڈویژن بنچ کے فیصلے کی پیروی کی تھی، اپیل کنندگان نے خطوط پیٹنٹ کے تحت اپیل کو ترجیح دی۔ دریں اثنا فیصلہ یا ڈویژن بنچ سپریم کورٹ میں اپیل کے ذریعے پیش کیا گیا، اور جیسے ہی اپیل سننے کی تیاری کی جا رہی تھی، اپیل کنندگان نے سنگل جج کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کرنے کے لئے خصوصی اجازت کے لئے 3 جنوری 1939 کو درخواست دی۔ درخواست پر مدعا علیہ کو کوئی نوٹس نہیں دیا گیا اور یکطرفہ طور پر خصوصی اجازت دی گئی۔ اس کے بعد اپیل کنندگان نے خطوط پیٹنٹ کی اپیل واپس لے لی۔ جب اپیل مقررہ وقت پر سماعت کے لیے آئی تو مدعا علیہ نے اس بنیاد پر اپیل کی سماعت پر اعتراض اٹھایا کہ خصوصی اجازت کی درخواست کو محدود طور پر روک دیا گیا تھا، چار سال کی طویل تاخیر کو معاف کرنے کی کوئی مناسب وجہ نہیں تھی، اور یہ کہ یکطرفہ طور پر دی گئی خصوصی اجازت کو منسوخ کیا جانا چاہیے۔

کہا جاتا ہے کہ، معاملے کے عجیب وغریب حالات میں، اجازت منسوخ نہیں کی جانی چاہیے۔

بہت کم معاملوں میں، اگر غیر متغیر نہیں تو، سپریم کورٹ کو ایک طے شدہ اصول کے طور پر اپنانا چاہیے کہ خصوصی اجازت کی درخواست دینے میں تاخیر یکطرفہ طور پر معاف نہیں کی جانی چاہیے بلکہ ایسے معاملوں میں اجازت دینے سے پہلے مدعا علیہ کو نوٹس دیا جانا چاہیے اور موخر الذکر کو اجازت دینے کی مخالفت کرنے کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے۔

سپریم کورٹ کے قواعد میں مناسب ترمیم کی ضرورت کی نشاندہی کی گئی۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار : 1901 کی دیوانی اپیل نمبر 476۔

5 جنوری 1955 کو دہلی میں پنجاب ہائی کورٹ کے (سرکٹ بنچ) کے نمبر 71/ ڈی آف 1954 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل کی گئی۔

درخواست گزار کی طرف سے این۔سی۔چٹرجی، ہر دیال ہارڈی اور این۔این۔کیسوانی شامل ہیں۔

جواب دہندگان نمبر 1 سے 3 کے لئے آر۔ایس۔نرولا۔

18 اپریل 1962ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

جسٹس ایانگر : یہ اپیل پنجاب ہائی کورٹ کے ایک فاضل سنگل جج کے اس فیصلے کے خلاف ہے جس میں کہا گیا تھا کہ دہلی اور اجمیر رینٹ کنٹرول ایکٹ، 1947 کی دفعہ 7اے (جسے بعد میں ایکٹ کہا جاتا ہے) غیر آئینی ہے اور آئین کے آرٹیکل 14 کے ذریعہ ضمانت دیئے گئے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہے۔
پہلے مدعا علیہ رام ناتھ دہلی میں ایک عمارت کے مالک ہیں، جس میں دیگر کے علاوہ، اپیل کنندہ کمپنی کرایہ دار تھی۔ درخواست گزار نے ایکٹ کی دفعہ 7اے کے تحت دہلی کے بینٹ کنٹرولر سے درخواست کی تھی

کہ اس کے قبضے کے حصے کے منصفانہ خیمے کا تعین کیا جائے۔ ان کارروائیوں کی ایک چیک شدہ تاریخ رہی ہے، جسے بیان کرنے کے لئے مواد نہیں ہے، لیکن یہ کہنا کافی ہے کہ بینٹ کنٹرولر، دہلی نے پوری عمارت کا مناسب کرایہ شام 506 روپے اور اپیل کنندہ کی طرف سے ادا کیے جانے والے منصفانہ کرایہ کا حساب 146 روپے ماہانہ لگایا تھا۔ یہ بتانا ضروری ہے کہ ایکٹ کے تحت رینٹ کنٹرولر کو منصفانہ کرایہ کے تعین کے لئے درخواست گزار کی درخواست پر غور کرنے کا اختیار حاصل ہوگا اور صرف مذکورہ عمارت کی تعمیر 24 مارچ 1947 کے بعد مکمل کی گئی تھی، لیکن اگر عمارت کی تعمیر پہلے مکمل ہو جاتی تو اس معاملے کا فیصلہ کرنے کا اختیار عام سول عدالتوں کے پاس ہوتا نہ کہ رینٹ کنٹرولر کے پاس۔ لہذا پہلے مدعاعلیہ کی عمارت کی تکمیل کی تاریخ رینٹ کنٹرولر کے سامنے انکوائری میں بہت زیادہ تھی اور اس اتھارٹی نے اپنے حکم میں پہلے مدعاعلیہ کے خلاف اس معاملے پر ایک نتیجہ درج کیا۔

مکان مالک نے رینٹ کنٹرولر کے حکم کے خلاف دہلی کے فاضل ڈسٹرکٹ جج کے پاس اپیل دائر کرنے کو ترجیح دی لیکن اپیل خارج کر دی گئی۔ اس کے بعد انہوں نے آئین کے آرٹیکل 227 کے تحت پنجاب ہائی کورٹ کا رخ کیا جس میں رینٹ کنٹرولر اور ڈسٹرکٹ جج کی جانب سے اپیل پر دیے گئے ہر فیصلے کی صداقت اور جواز کو چیلنج کیا گیا۔ یہ عرضی ہائی کورٹ کے ایک فاضل سنگل جج کے سامنے سماعت کے لئے آئی تھی۔ ہائی کورٹ کے ایک ڈویژن بنچ نے کچھ عرصہ پہلے ایکٹ کے تحت پیدا ہونے والے معاملوں (برٹش میڈیکل اسٹورز بنام بھاگیرتھ مائی ((1955) آئی ایل آر پنجاب، 639) میں کہا تھا کہ دفعہ 7 اے غیر آئینی اور کالعدم ہے اور اس فیصلے کے بعد انہوں نے پہلے مدعاعلیہ کی درخواست منظور کی اور رینٹ کنٹرولر کے حکم کو دائرہ اختیار سے باہر قرار دیا۔ دیگر معاملات پر غور کیے بغیر جو اس صورت میں پیدا ہوں گے اگر سیکشن درست تھا اور رینٹ کنٹرولر کا دائرہ اختیار تھا۔ فاضل سنگل جج کے اس فیصلے سے اپیل کنندہ نے لیٹرز پیٹنٹ کے تحت ڈویژن بنچ میں اپیل کو ترجیح دی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب برٹش میڈیکل اسٹورز بمقابلہ بھاگیرتھ مائی ((1955) آئی ایل آر 8 پنجاب 639) کا فیصلہ اس عدالت میں اپیل کے ذریعے لایا گیا تھا، اور جب اپیل سننے کے لیے تیار ہو رہی تھی، اپیل کنندگان نے ہائی کورٹ میں زیر التوا رہنے کے دوران بھی اس عدالت میں اپیل کرنے کے لیے خصوصی اجازت حاصل کی۔ لیٹرز پیٹنٹ کے تحت اس کی طرف سے اپیل کی گئی۔ اس کے بعد اپیل کنندہ نے لیٹرز پیٹنٹ اپیل واپس لے لی۔

برٹش میڈیکل اسٹورز کیس ((1955) آئی ایل آر 8 پنجاب 639) میں اپیل کی سماعت اس عدالت نے کی اور اسے 2 اگست 1961 کے ایک فیصلے کے ذریعے منظور کیا گیا اور اس عدالت نے پنجاب ہائی کورٹ کے اس فیصلے کو کالعدم قرار دیا کہ آوٹ کی دفعہ 7 اے درست ہے (سیٹ ریشان لال مہرا بمقابلہ ایشور داس (1962) 2 ایس سی آر 947)۔

اس طرح یہ دیکھا جائے گا کہ فاضل جج نے جس واحد نکتے پر غور کیا اور جس پر مالک مکان کے پہلے مدعا علیہ کی نظر ثانی کی درخواست منظور کی گئی تھی وہ اب باقی نہیں رہتا اور اس وجہ سے اپیل گزار اپیل کی اجازت کا حقدار ہے۔ چونکہ فاضل سنگل جج نے کنٹرولر کے حکم پر پہلے مدعا علیہ کی طرف سے اٹھائے گئے دیگر اعتراضات پر غور نہیں کیا جس میں اپیل کنندہ کی طرف سے ادا کیے جانے والے معیاری منصفانہ کرایہ کا تعین کیا گیا تھا، لہٰذا اپیل کو قانون کے مطابق نمٹانے کے لئے ہائی کورٹ کے حوالے کیا جانا چاہئے۔

نتیجہ اخذ کرنے سے پہلے مکان مالک مدعا علیہ کے فاضل وکیل کی جانب سے اٹھائے گئے اپیل کی سماعت پر ابتدائی اعتراض کا جواب دینا ضروری ہے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ اس عدالت کی جانب سے دی گئی خصوصی اجازت کو منسوخ کیا جانا چاہیے کیونکہ یہ غیر مناسب طریقے سے حاصل کی گئی تھی۔ اس کے حوالے سے حقائق یہ تھے۔ فاضل سنگل جج کا اپیل کرنے کا فیصلہ جس سے اجازت دی گئی تھی وہ 5 جنوری 1956 کی تاریخ کا تھا اور اس عدالت میں اجازت کے لیے درخواست 5 جنوری 1959 کو دی گئی تھی، یعنی چار سال کے وقفے کے بعد یہ واضح ہے کہ یہ ایک ایسی درخواست تھی جو اس عدالت کے قواعد کے تحت ممنوعہ مدت سے کہیں زیادہ دائر کی گئی تھی۔ مدعا علیہ کے فاضل وکیل نے زور دیا کہ اس طویل تاخیر کو مسترد کرنے کے لئے کوئی مناسب بنیاد نہیں ہے اور لہٰذا ہمیں اجازت واپس لے لینی چاہئے۔

ہم اس معاملے کے عجیب وغریب حالات میں اجازت منسوخ کرنے کی اس درخواست کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ فاضل وکیل نے ہماری توجہ ان چند فیصلوں کی طرف مبذول کرائی جن میں مدعا علیہ کی جانب سے اٹھائے گئے اعتراض پر اپیل کی سماعت کے مرحلے میں یکطرفہ طور پر دی گئی اجازت منسوخ کر دی گئی تھی۔ لیکن ہم یہ نہیں سمجھتے کہ موجودہ اپیل کے حقائق ان فیصلوں سے مماثلت رکھتے ہیں جن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ ہائی کورٹ کو کوئی بائی پاس نہیں کیا گیا تھا، کیونکہ اپیل گزار نے لیٹرز پیٹنٹ

کے تحت اپیل دائر کی تھی اور اس اپیل کے زیر التوا رہنے کے دوران ہی اس نے اجازت کے لیے اس عدالت کا رخ کیا تھا۔اس کے بعد کبھی بھی ایسی حقیقت کو دبایا نہیں گیا جس کا تعلق اجازت دینے یا روکنے سے ہو، اور جس وقت درخواست دائر کی گئی تھی، اس وقت اس کا اصل موقف کیا تھا۔ تیسری بات یہ ہے کہ اگر جنوری 1959 میں درخواست دینے کے دوران تاخیر کو معاف نہ کیا جاتا اور اجازت دینے سے انکار کر دیا جاتا تو اپیل گزار اپنی لیٹرز پیٹنٹ اپیل پر مقدمہ چلاتا اور اگر فیصلہ اس کے خلاف جاتا تو وہ واضح طور پر یہاں آسکتا تھا۔ درحقیقت اس کیس کے حالات میں خصوصی اجازت دینے کا مقصد صرف کارروائی کو مختصر کرنا تھا اور اس عدالت نے اس درخواست کو واضح طور پر اس لیے قبول کرلیا کیونکہ برٹش میڈیکل اسٹورز وغیرہ ((1955) ایل ایل آر 8 پنجاب یو 33) کے معاملے میں فیصلوں سے اس عدالت میں اپیل برداشت کرنے کے لیے تیار ہو رہی تھی اور اگر اپیل کنندہ ان دیگر اپیلوں میں مداخلت کرنے کی پوزیشن میں ہو تو کچھ فائدہ تھا۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہماری رائے یہ ہے کہ یہ کوئی ایسی آسانی نہیں ہے جس میں اجازت منسوخ کی جائے۔

بہرحال، ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا اضافہ کرنا چاہیے کہ بہت کم معاملوں کو چھوڑ کر، اگر ہمیشہ نہیں، تو یہ مناسب ہونا چاہیے کہ یہ عدالت ایک طے شدہ اصول کے طور پر اپنائے کہ خصوصی اجازت کی درخواست دینے میں تاخیر کو یکطرفہ طور پر معاف نہیں کیا جانا چاہئے بلکہ ایسے معاملات میں اجازت دینے سے پہلے مدعاعلیہ کو نوٹس دیا جانا چاہئے اور مؤخر الذکر کو اجازت دینے کی مخالفت کرنے کا موقع فراہم کیا جانا چاہئے۔ اس طرح کا کورس منصفانہ ہونے کے علاوہ اس بنیاد پر اجازت منسوخ کرنے کی درخواستوں پر فیصلہ کرنا بہتر ہوگا کہ اجازت دینے کے سالوں بعد اس میں تاخیر کو نامناسب طور پر معاف کر دیا گیا تھا جب عدالت فطری طور پر درخواست گزار کے ساتھ ہونے والی ناانصافی پر شرمندگی محسوس کرتی ہے اگر اجازت منسوخ کر دی جاتی ہے تو وہ دیگر اقدامات کرنے کے موقع سے محروم ہو جائے گا۔ پہلے. ہم تجویز کریں گے کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے عدالت کے قواعد میں مناسب ترمیم کی جانی چاہئے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپیل کی اجازت دی جاتی ہے اور فاضل سنگل جج کی جانب سے آرٹیکل 227 کے تحت نظر ثانی کی درخواست کو قبول کرنے کا حکم کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ مدعاعلیہ کی درخواست پر قانون کے

مطابق غور کرنے اور کینٹ کنٹرول ایکٹ کی دفعہ 17ے کو قانون سازی کا ایک جائز ٹکڑا قرار دینے کے لئے کیس ہائی کورٹ کے حوالے کیا جاتا ہے۔

یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ کرایہ کنٹرول ایکٹ کی دفعہ 17ے کی آئینی حیثیت کے بارے میں بات مکان مالک مدعا علیہ نے نہیں اٹھائی تھی ، اور کیس کے حالات میں ہم فریقین کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ اس عدالت میں اپنے اخراجات خود برداشت کریں۔ ہائی کورٹ میں اخراجات اس عدالت کی ہدایت کے مطابق ہوں گے۔

اپیل کی اجازت ہے۔

Meraj U Din Sofi
2024.06.12 15:12
I am the author of this document